January 7, 1983

۷ جنوری ۱۹۸۳ء

مولانا کوثر نیازی کی گفتگو — کہ قرآن ہو آباء کا تقسط

پیغامبر

MESSENGER

PERSONNEL
Phone: 416-259-6871

100 CARONIA SQUARE, SCARBOROUGH, ONTARIO, CANADA M1B 2Z8

REPRESENTATIVE
F. J. Kowalski
Phone: 416-822-6258

قرآنِ حکیم کی مقدس آیات اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں اُن کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

جمہوری حکومت طشتری میں رکھ کر پیش نہیں کی جا سکتی

تحریر: [illegible]

[illegible]

فیصل آباد کے میئر کو ایک سال قید اور ۲ لاکھ روپے جرمانہ کی سزا

[illegible]

بقیہ صفحہ ۲ پر

پاکستان میں عید میلاد النبی کی تقریبات نہایت عزت و احترام سے منائی گئیں

بڑے بڑے شہروں میں جلوس نکالے گئے اور ملک کی سلامتی اور اسلام کی بالادستی کیلئے دعائیں مانگی گئیں

[illegible]

صدر ضیاء الحق کی وجہ سے بیرونی ملکوں میں پاکستان کا وقار بڑھا ہے: ڈیلی ٹیلیگراف

[illegible]

شہادت والی رات کی [illegible]

میرے دونوں بچوں کو قرآن حفظ کرایا جائے۔ سادات کی وصیت

[illegible]

طالبان لبرٹی آرمی کے لئے بھرتی شروع کی جائے گی

[illegible]

[illegible] کو [illegible] جا رہی ہے

[illegible]

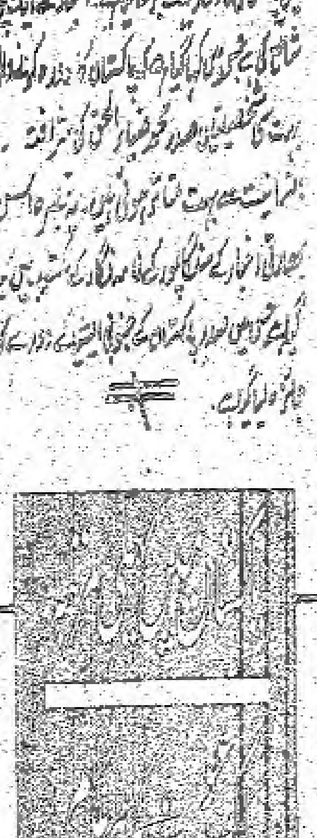

کیا حسین شہید سہروردی کو قتل کیا گیا تھا؟
صفحہ: ۶

پاکستان کو امریکہ کے اشارہ پر تکیہ نہیں کرنا چاہئے
صفحہ: ۷

کرنل قذافی عیدی امین کے نقشِ قدم پر
صفحہ: ۳

پاکستانی قوم غلط راستے پر چل رہی ہے
صفحہ: ۵

[illegible]

ڈاک کی نئی شرح جس کا اطلاق ہو رہا ہے...

۱۵ر جنوری سے

اپنی آسانی کیلئے اس شرح کے چارٹ کو کاٹ کر رکھ لیجئے۔

مندرجہ ذیل ڈاک کی ترسیل کی خاص شرح جات ہیں، جن کا اطلاق ۱۵ر جنوری ۱۹۸۳ء سے ہو رہا ہے۔ یہ شرح اندرون کینیڈا اور عالمی ڈاک کی ترسیل کیلئے ہے۔

ڈاک کی ترسیل کی شرح کے متعلق مکمل معلومات مقامی ڈاک خانہ سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

اندرون کینیڈا ڈاک کی ترسیل کی شرح

خاص سروس

تصدیق شدہ میل*	$1.06
رجسٹرڈ میل*	$1.96
اسپیشل ڈیلیوری*	$1.06

* اس کے علاوہ میل کے مطابق ڈاک کی ٹکٹ

پارسل (۳۰ کلوگرام تک)

لوکل ڈیلیوری (۲ کلوگرام تک)	فرسٹ کلاس	$2.60
	پارسل پوسٹ	$1.38
وینکوور تا ونی پیگ (۲ کلوگرام)	فرسٹ کلاس	$4.77
	پارسل پوسٹ	$1.91
ہیلی فیکس تا مونٹریال (۲ کلوگرام)	فرسٹ کلاس	$3.60
	پارسل پوسٹ	$1.70
اوٹاوا تا ٹورانٹو (۲ کلوگرام)	فرسٹ کلاس	$2.97
	پارسل پوسٹ	$1.59

غیر پیمائشی خطوط کی شرح (۰ تا ۳۰ گرام) .... 37¢

اس شرح کا اطلاق صرف فرسٹ میل یا رجسٹرڈ میل کیلئے ہوگا جب میں پوسٹل کوڈ شامل نہیں ہے یا معیاری پوسٹل شامل نہیں (مثلاً سائز وغیرہ)۔ تمام معیاری میل جن پر ٹکٹ لگا ہوگا کی شرح ۳۰ سینٹ رہے گی البتہ ۱۵ فروری کے بعد اس کی شرح ۳۲ سینٹ ہو جائے گی۔

ڈاک کی ترسیل یو۔ ایس۔ اے کیلئے

خطوط، پوسٹ کارڈ اور گریٹنگ کارڈ (۰ تا ۳۰ گرام) 37¢

غیر ممالک کیلئے ڈاک کی ترسیل

ایر میل خطوط، ایروگرام اور پوسٹ کارڈز (۰ — ۲۰ گرام)	64¢
کھلا ہوا گریٹنگ کارڈز — ایر میل (۰ — ۲۰ گرام)	48¢
کھلے ہوئے گریٹنگ کارڈز — عام ڈاک (۰ — ۲۰ گرام)	37¢

۱۵ر فروری

مندرجہ ذیل ڈاک کی شرح کا اطلاق ۱۵ر فروری ۱۹۸۳ء سے ہوگا

معیاری خطوط کی شرح

فرسٹ کلاس خطوط (۰ — ۳۰ گرام) .... 32¢

مختلف قسم کی ڈاک پر مختلف شرح کا اطلاق ہوتا ہے۔ آپ مکمل معلومات مقامی ڈاک خانہ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

CANADA POST CORPORATION

Canada

بقیہ: جمہوری حکومت

اعلیٰ ترین اختیارات کا ایک اور نتیجہ ہے جو اختیار اور محاسبے کے ذریعے قومی مفادات کی نگرانی کرتا ہے۔ اب اسی صورت حال کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ وہ قومی اسمبلی اپنے اس اختیار و ارادے کو کس حد تک استعمال میں لاتی ہے۔ اور اگر لاتی ہے تو کیا مثبت پہلوؤں کو پیش نظر رکھتی ہے یا منفی کو۔

ہمارا ماضی قریب کا تجربہ بہت تلخ ہے۔ ۱۹۵۸ء اور ۱۹۷۷ء سے پہلے جمہوری ادوار میں ہمارے سیاسی اداروں نے نہ تو اپنے فرائض منصبی کے مثبت جوہر کو پہچانا اور نہ ہی اس پر نیک نیتی سے عمل ہی کیا۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ قومی بحران کے ایام میں یہ ادارے کھوکھلے ثابت ہوئے۔ ان کا وجود اور عدم وجود برابر تھا۔ اپنی نااہلیت کے باعث یہ ادارے مارشل لاء کے ادارے کے لئے جگہ چھوڑتے رہے۔ لیکن لگتا ہے یہ رویہ ہمارے اجتماعی کردار کا حصہ بن چکا ہے۔ اور ہم شعوری یا غیر شعوری طور پر اس پر عمل پیرا ہیں۔

اب خواجہ محمد صفدر نے مذاکرات کا نیا ڈول ڈالا ہے۔ اچھی بات ہے۔ مگر ہم کہیں گے کہ مذاکرات سے پہلے رویوں میں تبدیلی بہت ضروری ہے۔ مریض کے ہاتھ میں کتنی ہی قیمتی دوائی کیوں نہ ہو جب تک مریض صحت پرور ماحول اور عادات کو نہیں اپنائے گا قیمتی دوائی نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکتی۔ الٹا دوائی کی بدنامی شروع ہو جاتی ہے۔

اب ذرا ایک نظر ان پر ڈال لیجئے جو مذاکرات کے فریق ہوں گے یعنی حکومت اور سیاسی جماعتیں۔ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے جنرل ضیاء اس کے سربراہ ہیں۔ اور انتہائی بااختیار و بالا ارادہ سربراہ ہیں۔ مارشل لاء کے متعلق ان کا موقف بارہا سامنے آ چکا ہے۔ اور سیاسی و جمہوری حکومت کی اہمیت کو انہوں نے ہر بار تسلیم کیا ہے۔ گویا وہ ملک میں جمہوری حکومت کے قیام کے خواہاں ہیں۔ مگر وہ یہ جمہوری حکومت کس کو طشتری میں سجا کر پیش کریں؟ (اور کیا جمہوری حکومتیں اس طرح پنپ بھی سکتی ہیں؟) پہلی بات تو یہ ہے کہ جمہوری حکومت طشتری میں رکھ کر پیش نہیں کی جا سکتی۔ اس کے لئے ایک جمہوری عمل کی ضرورت ہوتی ہے جس کی کوکھ سے جمہوری حکومت وجود میں آتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حکومت کے مقابلے میں مذاکرات میں دوسرے فریق کی پوزیشن کیا ہے؟ یعنی ہماری سیاسی جماعتوں کا رویہ اور کردار کس قسم کا ہے؟

ہم اپنی طرف سے کسی تبصرہ آرائی کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ صرف چند واقعات کی نشاندہی کریں گے جس سے ساری تصویر واضح ہو جائے گی۔

● چند ہفتے پہلے کی بات ہے۔ سیاسی جماعتیں آپس میں ایک گول میز کانفرنس کی تیاریوں میں مصروف تھیں۔ کوئی کانفرنس میں شرکت کی دعوت دے رہا تھا کوئی دعوت موصول کر رہا تھا۔ ہر جماعت میں ہر سطح پر یہ کانفرنس موضوع بحث تھی۔ مگر عین موقع پر بھانڈا پھوٹ گیا۔ کانفرنس منعقد نہ ہو سکی۔ کیوں؟ کوئی معترض تھا کہ کانفرنس کے لئے جو دعوت نامہ بھیجا گیا وہ سیاسی کانفرنس کی بجائے ڈنر کا دعوت نامہ تھا۔ کسی کو اعتراض تھا کہ ساڑھے دس بجے صبح کھانے پر بلوا کر ہمیں کم ذوق سمجھا گیا ہے۔ کسی کو گلہ تھا کہ فلاں کو تو بلا لیا مگر فلاں کو نظر انداز کر دیا ہے۔ بھلا کیوں؟

● سیاسی جماعتوں کی تنظیم ایم آر ڈی کا نام بھی آپ نے سن رکھا ہوگا۔ اس کا اردو ترجمہ ہے تحریک بحالی جمہوریت۔ اس اتحاد میں چھ سات چھوٹی بڑی جماعتیں پائی جاتی ہیں۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ اتحاد یا جماعت بحالی جمہوریت کی تحریک کی حامی ہے۔ مگر کہاں؟ ان کا کہنا ہے کہ ملک میں یعنی پاکستان میں۔ بے شک! پاکستان میں بحالی جمہوریت کی تحریک ضرور چلنی چاہیے مگر صاحبو کیا یہ ضروری نہیں کہ ہم اس تحریک کو پہلے اپنے گھر میں چلائیں۔ جب سب گھروں میں جمہوریت ہوگی تو ملک خود بخود جمہوریت آشنا ہو جائے گا۔ ہمارا مطلب ہے کہ ایم آر ڈی میں شامل جماعتیں اگر بحالی جمہوریت کی تحریک کا آغاز اپنے اپنے دفتر سے کریں تو بہتوں کا بھلا ہوگا۔

● سیاسی جماعتیں دوسروں سے اتحاد کے لئے بہت بیتاب ہیں۔ مگر اپنے گھر کا کیا حال ہے؟ کیسے کیسے [illegible] میں کیسا انتشار پرورش پا رہا ہے۔ اس کی کسی کو فکر نہیں۔ جمعیت (نورانی) ہو یا جمعیت (مفتی) تین تین گروہوں میں بٹی ہوئی ہیں۔ مسلم لیگ تین سے چار گروپوں میں منقسم ہے اور ہر گروپ خود کو اصلی تے وڈی مسلم لیگ ثابت کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ تحریک استقلال بھی داخلی انتشار اور کشمکش میں پھنسی ہوئی ہے۔ ایک جماعت اسلامی تھی جس کی سخت جانی کا اظہار کم ہی ہوتا تھا مگر اب اس کے اندرونی عناصر بھی باہمی سطح پر متعدد جھگڑوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔

سیاسی جماعتوں کے کردار کے اندرونی کھوکھلے پن کو ہم نے اجاگر اس لئے نہیں کیا کہ ہم ان کے مخالف ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ یہ ہمیں بہت ہی عزیز ہیں۔ ہمیں ان سے اپنے ملک کی عزت و آبرو اور شان و شوکت کے استحکام کا کام لینا ہے۔ مگر یہ تبھی ممکن ہے جب یہ منفی اثرات اور مفاد پرستی سے پاک صاف ہوں گی۔ ہم تنقید کی کڑوی کسیلی گولی صرف اس لئے دے رہے ہیں کہ مریضوں کے جسم میں پائے جانے والے صحت کش جراثیم مر جائیں اور وہ صحت مند ہو سکیں۔

سیاسی جماعتوں کو چاہئے کہ وہ تاریخ کے اس اہم موڑ پر اپنے اپنے گریبان میں جھانک کر اپنے احوال کا جائزہ لیں۔ منفی اور مثبت اثرات کو الگ الگ کر کے ان کے نفع نقصان کا جائزہ لیں۔ یہ دیکھیں کہ ان کے منفی رویے نے کیا کیا نقصان کئے ہیں اور دنیا میں وہ کتنی ترقی کر چکی ہیں جنہوں نے مثبت رویوں سے تعلق قائم رکھا۔ اپنے ہاں قدریں ہیں سخت گیری، ہٹ دھرمی اور [illegible] کیفیات کے محاسبے کی ضرورت ہے۔ اس ضرورت کا احساس اور رفاقت کی کوشش یقیناً ایک صحت مند فضا قائم کرنے میں معاون ثابت ہوگی۔ ہمارے خیال میں صرف اسی صورت میں مذاکرات کا کوئی بھی سلسلہ کامیاب ہو سکے گا۔ ورنہ تنقید در تنقید [illegible] والے ڈرامے تو ہم نے بہت دیکھے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

شیخ اعجاز رفیق

(۱) بتایئے حضرت جبرائیل کن دو نبیوں کے پاس آئے؟

(۲) حضرت ایوب علیہ السلام کتنے سال کس بیماری میں مبتلا رہے؟

(۳) بتایئے حضرت عمرؓ کے قاتل کو کس نے قتل کیا؟

(۴) ام الکتاب قرآن مجید کی کس سورت کو کہا جاتا ہے؟

(۵) اس فرشتہ کا نام بتایئے جس کے ہاتھ میں جنت کے انتظامات ہیں؟

(۶) قرآن مجید کی اس سورت کا نام بتایئے جس کے پڑھنے سے دس بار قرآن مجید پڑھنے کا ثواب ملتا ہے؟

(۷) وہ کون سے پیغمبر تھے جن کے ہاتھ میں لوہا نرم ہو جاتا تھا؟

(۸) عروس القرآن، قرآن مجید کی کون سی سورت کو کہا جاتا ہے؟

(۹) اس فرشتہ کا نام بتایئے جو دوزخ کے دروازے کھولتے ہیں؟

(۱۰) حضرت داؤد علیہ السلام پر کون سی آسمانی کتاب نازل ہوئی؟

(۱۱) [illegible] کے معنی بتایئے؟

(۱۲) بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے کون تھے؟

جوابات

(۱) حضرت یحییٰ اور حضرت مریم (۲) ۱۸ سال تک (۳) اس نے خودکشی کر لی تھی (۴) سورت فاتحہ (۵) رضوان (۶) سورت یٰسین (۷) حضرت داؤد علیہ السلام (۸) سورت الرحمٰن (۹) مالک (۱۰) زبور (۱۱) [illegible] (۱۲) شیر خدا حضرت علی المرتضیٰؓ

عورت

سنا گیا ہے کہ جہاں تک لڑائی جھگڑا کرنے کا تعلق ہے عورت سے منسوب کی جانے والی صرف ایک ہی رسی ہے — اور وہ ہے دوسری عورت!

پیغامبر
THE MESSENGER
Editor & Publisher SOHAIL AKHTAR
جہاں بینی میری فطرت ہے لیکن کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سال نو مبارک

ایک سال اور بیت گیا۔ ماہ و سال کی آمد اور رفت کا یہ سلسلہ لامتناہی جاری رہے گا۔ جس کے دوران کارگہ حیات میں انفرادی اور اجتماعی تغیر و تبدل رونما ہوتے رہیں گے۔ ہم سال نو میں عزائم و مقاصد کی تکمیل کے جذبات لئے روشن مستقبل کی جستجو کرتے ہیں۔ اور گزرے وقت کی مایوسیوں اور کوتاہیوں سے سبق لے کر خوب سے خوب تر کے لئے سرگرم عمل ہو جاتے ہیں۔ اجتماعی طور پر قومی زندگی میں گزرنے والا سال کوئی قابل فخر کارنامے یا عظمت رفتہ کی کوئی جھلک پیش نہیں کرتا۔ لیکن مایوسیوں اور بے یقینیوں کی اوٹ سے کسی روشن سویرے کی امید قوم کی اجتماعی زندگی میں ایک ولولہ اور رمق سی ضرور دوڑا دیتی ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ ہمارے ارباب اختیار سیاست داں، دانشور، صحافی، قانون داں، طلباء، محنت کش طبقہ، کسان، غرضیکہ ہر مکتبۂ فکر، ماضی کی لغزشوں کو نظر انداز کر کے اب نئے عزم اور نئے ولولے سے اپنے عظیم تر نصب العین کے حصول کی طرف گامزن ہو جائیں گے۔

ہمارا ایمان ہے کہ سال نو میں قوم کی اجتماعی قوت یکجہتی کی تبدیلی سے کر جادۂ منزل پا لے گی اور ہم فلاح پائیں گے۔ اور قومی زندگی میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا جس پر ہم، آپ اور آنے والی نسلیں فخر و وقار سے اپنا سر بلند کر سکیں۔

آخر میں ہم اپنے قارئین، دنیا بھر میں بسنے والے تمام پاکستانیوں، اور وطن عزیز کے کروڑوں عوام کو

سال نو کی مبارکباد
پیش کرتے ہیں

سچی باتیں

(از مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم)

فبما نقضهم ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ان اللہ یحب المحسنین (مائدہ۔ ع ۳)

سو ان کی عہد شکنی کے باعث ہم نے ان پر لعنت کی (یعنی انہیں اپنی رحمت سے دور کر دیا) اور ان کے قلوب سخت کر دیئے، وہ لفظوں کو ان کے مقام سے بدل دیتے ہیں اور جو کچھ انہیں نصیحت کی گئی تھی، اس کا ایک بڑا حصہ وہ بھلا بیٹھے اور تم کو ان لوگوں کی خیانت کی اطلاع آئے دن ہوتی رہتی ہو بجز ان میں سے معدودے چند کے، سو ان کو معاف کرو اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرو۔ بیشک اللہ حسن اخلاق رکھنے والوں سے محبت رکھتا ہے (یہ عفو و درگزر بھی حسن اخلاق ہی کی ایک شاخ ہے)

اوپر سے ذکر یہود کا اور ان کی شدید بدعملیوں کا چلا آرہا ہے خود اس آیت میں مذکور ہے کہ یہ لوگ بالآخر اپنی مسلسل بدعہدیوں اور قانون شکنیوں کی پاداش میں ملعون ہو گئے۔ رحمت حق سے دور اور مہجور ہو گئے نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے قلوب کی نرمی اور رقت سختی اور قساوت سے بدل گئی، یہاں تک کہ انہوں نے کلام الٰہی میں اپنی مرضی کے موافق دیدہ و دانستہ لفظی و معنوی تحریف شروع کر دی۔ اس سے بڑھ کر جسارت، شوخ چشمی اور دیدہ دلیری اور کیا ہو سکتی ہے؟ پھر جو اللہ کو دھوکا دینے پر دلیر ہو، اسے بندوں کو دھوکا دیتے کیا [illegible] ان کی بد دیانتی ایک روزمرہ کا واقعہ بن [illegible] اس کی مثالیں ملنے لگیں، گویا یہ قوم حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کے ضائع کرنے میں حد کمال کو پہنچ گئی۔ اب ایسے لوگ کس برتاؤ کے مستحق تھے؟ یہ بظاہر نظر ایسے نالائقوں اور بدبختوں کے ساتھ سلوک کیا ہونا چاہیے تھا، ظاہر ہے کہ سخت سے سخت برتاؤ ان کے ساتھ ہوتا جب بھی عقل بشری کے لحاظ سے نرم ہی تھا۔ لیکن اس کے برعکس وحی خداوندی کیا فرماتی ہے؟ یہ کہ ان کی پردہ دری نہ کرو، ان کی رسوائی اور تفضیح کے درپے نہ ہو انہیں معاف کر دو۔ ان سے مواخذہ نہ کرو، چشم پوشی اور تحمل سے کام لو اور ان کی خطاؤں سے درگزر کرو" اور آگے اس کے مزید تحریص و ترغیب ہے کہ "اللہ تعالیٰ حسن اخلاق رکھنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔" حسن اخلاق پر سب سے بڑی نعمت اور انتہائی دولت، محبوبیت الٰہی کا وعدہ ہے۔ اور اس برتاؤ کو حسن اخلاق ہی کی ایک فرد قرار دیا ہے۔

آج کوئی بد سے بدتر مسلمان بھی کیا ان یہود سے گیا گزرا ہے؟ کیا اس کی خطاؤں کا شمار ان خدائی مجرموں کے جرائم سے بھی زیادہ ہے؟ آج کسی بڑے سے بڑے فاسق و فاجر مسلمان کا نامۂ اعمال ان بدبختوں سے بھی زیادہ گندا ہے۔ اور پھر کسی ملامت کرنے والے کا کسی بہتر سے بہتر مسلمان کا دامن رسول اللہ صلعم کے دامن سے پاک تر و پاکیزہ تر ہے؟ ایک طرف ان واقعات، حقائق و احکام کو پیش نظر رکھئے اور دوسری طرف اس طرز عمل کو دیکھئے، جو آج ہر مسلمان نے بے تکلف دوسرے مسلمان سے متعلق اختیار کیے ہوئے ہے۔ فلاں بے ایمان ہے، فلاں خائن ہے، فلاں غدار ہے، فلاں سرکار پرست ہے، فلاں ہندو پرست ہے، فلاں بدنسب ہے، فلاں کمینہ کی اولاد ہے، فلاں زانی ہے۔ فلاں شرابی ہے، ایسے الفاظ بے دھڑک ایک دوسرے سے متعلق اخبارات میں لے آنا۔ اور [illegible] ایک دوسرے کو مغلظ گالیاں دینا تعلیم اسلام سے کوئی بھی مناسبت رکھتا ہے؟

کرنیں

محمد اختر

یہ زندگی کیا ہے، ایک مکمل فریب جس کا ہر دن انسان کی پریشانیوں میں اضافے کا باعث بنتا ہے کوئی بھی ایک دوسرے کے لئے مخلص نہیں وہ خونی رشتے جن پر کبھی انسان کو فخر ہوتا ہے۔ آج وہی انسان کی پریشانیوں اور دکھوں میں اضافہ کر کے خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ہر طرف شور ہی شور ہے کوئی بھی کسی کا نہیں ہوتا خلوص تو جیسے اس دنیا میں آیا ہی نہیں تھا۔ ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ خوش رہے۔ چاہے اپنی خوشی کی خاطر کسی کو رلانا ہی کیوں نہ پڑے۔

زاہدہ

عورت کے بارے میں دنیا کے عظیم لوگوں کے ہزارہا اقوال موجود ہیں اور بڑی مقدار میں اسے سراہا بھی گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ماں کے روپ میں ممتا بکھیرتی ہے۔ بہن کے روپ میں محبت اور ایثار دیتی ہے۔ بیوی کے روپ میں رفاقت اور اطاعت کا حق ادا کرتی ہے۔ بیٹی کے روپ میں خدمت اور چاہت بخشتی ہے۔

نورینہ

عورت جس سے پیار کرتی ہے اس پر حق جتائے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اور مرد جس سے پیار کرتا ہے اس پر حکومت کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ عورت جس سے پیار کرتی ہے اس کا ہر قصور، ہر الزام اپنے سر لینے کے لئے تیار رہتی ہے۔ لیکن مرد جس سے پیار کرتا ہے اس کا کوئی قصور کبھی معاف نہیں کرتا۔

رشیدہ

عورت بہترین دوست اور غم گسار ساتھی بہترین شریک حیات ہوتی ہے۔

افتخار احمد والٹن ملتو

ہر ایک کو دوست رکھو مگر کسی پر بھروسہ نہ کرو اور یاد رکھو اس دنیا میں تمہارے سوا کوئی تمہارا دوست نہیں۔

محمد یونس

مصائب و آلام کی دو قسمیں ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ ہم خود اپنے لئے مصیبت مول لیں اور دوسروں کا بھلا چاہیں۔

شاہد رشید یاد

- محبت اس خوشگوار مہک کا نام ہے جو شاہوں کے ایوانوں سے لے کر قلندر کے گوشے تک یکساں اثر انداز ہوتی ہے۔
- محبت اپنے سوا تمہیں کچھ نہیں دیتی، محبت اپنے سوا تم سے کچھ نہیں لیتی۔ محبت کسی پر قبضہ نہیں کر سکتی کیونکہ محبت کے لئے بس کافی ہے کہ وہ محبت ہے۔
- دشمن سے چھپانے والی بات دوست پر ظاہر کرنا بھی حماقت ہے۔
- اس دنیا کی چیزیں فانی ہیں لیکن نیکی اور حسن اخلاق دونوں رہنے والے ہیں۔
- کسی کے متعلق برا خیال بھی کبھی دل میں نہ لاؤ۔ تمہارے اس خیال کا عکس اس کے دل پر پڑے گا۔

فریحہ ناز

زندگی ایک خوبصورت دھوپ چھاؤں کی طرح ہے جس میں کبھی مصیبتوں کی کڑی دھوپ سر پر رہتی ہے اور کبھی راحتوں کی گھنی گھنی چھاؤں مگر گھبرانے کی بجائے زندگی کی چھاؤں کی تلاش میں رہنا چاہیے۔

عاصمہ

- عورت خودداری اور حیا کا مجسمہ ہے۔
- عورت کا حسن ازلی اور ابدی ہے
- عورت کے آنسو سب سے بڑی آبی قوت ہے
- عورت وہ پھول ہے جو ایک بار مرجھا جائے تو کبھی نہیں کھلتا

ریڈرز کارنر

کرنل قذافی

عیدی امین کے نقش قدم پر!

محمود احمد میرپوری

صدر قذافی

اخبار

میں ایک صاحب محمد جمیل منصوری کی ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے جو لیبیا میں ہونے والی ایک اسلامی کانفرنس کے بارے میں ہے مسلم ممالک اور مسلم تنظیموں کی جانب سے کانفرنسوں کا انعقاد اور پھر ان میں قرار دادوں کا پاس کیے جانا یوں تو ایک معمول بن چکا ہے۔ مگر اس کانفرنس کا انعقاد اور اس کی بعض قرار دادیں اس لئے قابل توجہ سمجھی گئی ہیں کہ اس میں لیبیا کے صدر کرنل قذافی کو اسلام کا ترجمان ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ایک دوسرے اسلامی ملک سعودی عرب کے خلاف اسلامی کانفرنس کے ذریعہ الزام تراشی بھی کی گئی ہے۔ اس تبصرے سے میرا مقصد نہ تو کرنل قذافی کی ذات پر کیچڑ اچھالنا ہے اور نہ سعودی عرب کا دفاع عالم اسلام کی موجودہ صورتحال میں ہر ایک کا کردار واضح ہے اور امت کی اس بربادی میں سبھی شریک ہیں۔ بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ منصوری صاحب نے اس اجتماع کی جو رپورٹنگ کی ہے اس سے کرنل قذافی کو غیر معمولی حیثیت دینے کی کوشش کی گئی ہے جبکہ قذافی صاحب کا کردار دوسرے اکثر مسلم ممالک کے سربراہوں سے بھی زیادہ نقصان دہ اور مضحکہ خیز ہے اجب سے یہ صاحب فوجی انقلاب کے ذریعہ برسراقتدار آئے ہیں ان کی غیر مستقل مزاجی اور بھڑک بن نے عالم اسلام کو ایک دوسرا جنرل عیدی امین دے دیا ہے جو زبان سے بہت کچھ کہتا رہتا ہے مگر عمل سے نہ صرف عالم اسلام کے لئے مفید نہیں بلکہ نقصان دہ ہے مغربی پریس بھی بعض اوقات قذافی صاحب کو بڑی اہمیت دیتا ہے تاکہ مسلمانوں کے بارے میں یہ تاثر دنیا میں پیدا کیا جائے کہ یہ وہ امت ہے جس کے راہنما اس قماش کے ہیں یہی وجہ ہے کہ اکثر لوگوں کے نزدیک کرنل قذافی کی شخصیت نہ صرف پر اسرار بنتی جا رہی ہے بلکہ متضاد خیالات کا مجموعہ بھی معلوم ہوتی ہے میں یہ باتیں محض جذبات سے نہیں کہہ رہا بلکہ قذافی صاحب کے برسراقتدار آنے سے لے کر اب تک کے حالات و واقعات اس کی مکمل تصدیق کرتے ہیں آپ بھی چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے۔

شروع میں اسلام کا نعرہ اور نام قذافی صاحب نے اس قدر استعمال کیا کہ یوں محسوس ہونے لگا کہ یہ شخص مسلم امت کا صحیح درد رکھتا ہے۔ کمیونسٹوں کے خلاف یہ اس قدر انتہا پسند تھا کہ اس نے صدر سادات سے اس بات پر سخت احتجاج کیا کہ اس نے روس سے تعاون کا معاہدہ کیوں کیا۔ سوڈان نے کمیونسٹوں کے خلاف کارروائی کی تو اس نے پوری تائید کی ۱۹۷۲ء میں عراق نے جب روس سے ایک معاہدہ کیا تو قذافی نے عراق سے تعلقات ختم کرنے کا اعلان کر دیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے مختلف ملکوں میں اسلامی تحریکوں سے تعاون کے اعلان بھی کیے۔ مگر تھوڑے عرصے بعد انہوں نے پلٹا کھایا اور اب حالت یہ ہے کہ وہ روس کے گہرے دوست ہیں اور روس کے دوستوں کے دوست اور اس کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔ ان کی اسلام سے محبت کا یہ عالم ہے کہ ابھی تک افغانستان کے مجاہدین کی بجائے وہ روسی ایجنٹ کارمل کی حمایت کر رہے ہیں اس کے علاوہ اریٹریا کے مسلم مجاہدین جو آزادی کی جدوجہد کر رہے ہیں اس کے خلاف وہ ظالم اور متعصب ایتھوپیا کے عیسائی حکمران کی کھل کر مدد کر رہے ہیں۔ مسلم دنیا کے سب سے بڑے مسئلے فلسطین کے بارے میں ان کی روش انتہائی غلط رہی ہے اور اس کی شہادت کے لئے فلسطینی مجاہد راہنما یاسر عرفات کا وہ بیان کافی ہے جو انہوں نے بیروت کے حالیہ واقعات کے دوران دیا تھا اور جس میں انہوں نے قذافی کو یاد دلایا تھا کہ وہ صرف بیان دینے کی بجائے وہ خود بھی پلاسٹک کی گولی ہی ساتھ کیوں نہیں لاتے؟ اس کے بعد جناب یاسر عرفات آج تک اس شخص کے منہ لگنے کے تیار نظر نہیں آتے کیونکہ وہ اس کے بارے میں وہ کچھ جانتے ہیں جس سے شاید عام دنیا واقف نہیں۔ لیبیا کے داخلی حالات کے بارے میں جناب منصوری کے ساتھ جو دوسرے لوگ اس کانفرنس میں گئے ہوئے تھے ان کے تاثرات کافی ہیں بعض حضرات نے جو کچھ بتایا اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ داخلی طور پر نہ خوشحالی ہے نہ اطمینان و سکون، دینی و مذہبی حالت بازاروں میں عورتوں اور لڑکیوں کے لباس دیکھ کر نظر آجاتی ہے۔ اگر کوئی شخص ان کی کسی حرکت کے خلاف زبان کھولتا ہے تو نہ صرف لیبیا بلکہ لیبیا کے باہر بھی ان کا پیچھا کرتے ہیں۔ اور یہ دنیا کا پہلا حکمران تھا جس نے خود یہ اعلان کیا تھا کہ میرے مخالفین دنیا کے جس ملک میں بھی گئے ہیں انہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اور اسے عملی جامہ بھی پہنایا۔ وہ سفارت کار جو ہر ملک میں قابل احترام ہوتے ہیں قذافی نے ان کی یہ ذمہ داری لگائی کہ وہ ان کے مخالفین کو قتل کریں ان کے خلاف لیبیا سے بعض نوجوانوں کو اس مقصد کے لئے تربیت دے کر بھیجا گیا اور لندن میں بڑے ظلم سے ان سیاسی پناہ گزینوں کو قتل کیا گیا جو ملک سے بھاگ آئے تھے ان میں صحافی، وکیل اور تاجر شامل تھے اگر برطانوی حکومت سخت موقف اختیار نہ کرتی اور بعض سفارت کاروں کو ملک سے نہ نکالتی تو اس طرح کے واقعات میں مزید اضافہ ہوتا۔ قذافی صاحب نے اپنے ملک کے اندر علماء اور مسلم اداروں سے جو سلوک کیا وہ ایک الگ داستان ہے اور اب کیفیت یہ ہے کہ اسلامی کتابوں کی اشاعت و فروخت پر کڑی پابندیاں ہیں حتیٰ کہ بعض تفسیروں کی لیبیا میں فروخت ممنوع ہے اور یہی عوام سے یہی کہا جاتا ہے کہ ان کے لئے گرین بک ہی کافی ہے۔ منصوری صاحب اس کانفرنس میں شرکت سے پہلے اگر گرین بک ہی کا مطالعہ کر لیتے تب بھی ان کی آنکھیں کھل جاتیں کہ قذافی جس کتاب کو ساری انسانیت کے مسائل کا حل قرار دیتے ہیں، اس میں ہے کیا؟ کچھ عرصہ پہلے جن پاکستانی نوجوانوں کو وہاں سے فوجی تربیت دی جا رہی تھی اور ایک پاکستانی وزیر نے جا کر ان کو آزاد کروایا تھا ان ہی سے پاکستان جا کر پوچھ لیجئے کہ لیبیا میں اسلامی اور معاشی انقلاب کی کیا حالت ہے؟

منصوری صاحب کا یہ قائد سیاسی میدان میں جو قلابازیاں کھاتا رہا اس کی ایک جھلک بھی ملاحظہ کریں۔

۱۹۶۹ء میں جب مصر کے جمال عبدالناصر اور سوڈان کے جنرل نمیری نے لیبیا کا دورہ کیا تو میثاق طرابلس کے نام سے ایک معاہدہ ہوا اس کے بعد میں قذافی نے جس طرح دھجیاں بکھیریں اس پر تاریخ گواہ ہے۔

۱۹۷۱ء میں قذافی نے شام، مصر اور لیبیا کے درمیان ایک نئے اتحاد کا اعلان کیا اور بعد میں خود ہی اس کے پرزے کر دیئے۔

۱۹۷۴ء میں یہ صاحب اچانک تیونس چلے گئے اور دونوں ملکوں پر مشتمل ایک نئی اسلامی جمہوریہ کے قیام کا اعلان کر دیا جس کی مدت صرف ۴۸ گھنٹے رہی۔ یہ اور اس طرح کے متعدد اور معاملات ہیں جو اس شخص کی غیر مستقل مزاجی اور سیاست میں ناپختگی کی دلیل ہیں۔ منصوری صاحب کی رپورٹ میں جو دوسرا مسئلہ قابل توجہ ہے وہ قذافی صاحب کا اخوان المسلمون کے بارے میں ریمارکس ہے۔ یہ عظیم بین الاقوامی اسلامی تحریک جس سے عرب ڈکٹیٹر ہمیشہ خائف رہے آج بھی اس کے نام سے لرزاں ہیں اور عوام کو گمراہ کرنے کے لئے انہیں امریکی ایجنٹ کہہ کر بدظن کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اخوان کے قائدین نے نہ صرف قلم و زبان سے بلکہ اپنے خون سے اس عظیم تحریک کی بنیادیں رکھیں ہیں کوئی فوجی کرنل یا جنرل جھوٹ اور الزام تراشی کے ذریعہ اس تحریک کے اثرات ختم نہیں کر سکتا آج نہ صرف عالم عرب بلکہ دنیا بھر میں اخوان المسلمون کے راہنماؤں کے لٹریچر سے بے پرواہ نہیں ہو سکتا۔ جہاں تک قذافی صاحب کے اس الزام کا تعلق ہے (جسے منصوری صاحب نے بھی نوٹ کیا ہے) کہ اخوان شروع سے امریکی سامراج کے لئے کام کر رہے ہیں آج کے دور میں اس کی کوئی حیثیت نہیں امریکی یا روسی سامراج کو کرنل قذافی جیسے مسلم حکمران بہت مل جاتے ہیں جو ان کے لئے کام کریں انہیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ایک ایسی تحریک کی مدد کریں جس کا لٹریچر پڑھ کر نوجوان اسلامی جذبے سے سرشار ہو کر سامراجی قوتوں کو للکاریں۔ اور پھر یہ کتنی عجیب بات ہے کہ ایک ہی جماعت یا تحریک کو شام اور لیبیا جو روس کے حامی ہیں وہ اس جماعت کو امریکہ کا آلہ کار کہتے ہیں اور مصر کی حکومت (سادات اور مبارک دونوں) اسے روسی ایجنٹ کہتے ہیں اس لئے کہ مصر میں کیمپ ڈیوڈ سمجھوتے اور امریکہ کے خلاف اخوان نے زبردست مہم چلائی تھی اور آج بھی سینکڑوں اخوانی نوجوان زیر عتاب ہیں اور سادات کے قتل کا الزام بھی ان پر لگایا جا رہا ہے ان حالات میں قذافی صاحب کی بھڑک پر کون اعتبار کرے گا۔ اخوان المسلمون کس کے لئے کام کر رہے ہیں۔ یہ جاننے کے لئے ان کی کتابوں اور لٹریچر کو دیکھ لینا ہی کافی ہے۔ تیسرا مسئلہ جو اس رپورٹ میں قابل غور ہے وہ اس قرار داد کا متن ہے جس میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ حرمین شریفین کو ایک خاندان کی ملکیت سے نکال کر عالم اسلام کی تولیت و ذمہ داری میں دیا جائے" بظاہر یہ بات بڑی عام سی معلوم ہوتی ہے اور جذباتی انداز میں یہ مبنی بر انصاف بھی معلوم ہوتی ہے کہ مکہ اور مدینہ سب مسلمانوں کے مقدس مقامات ہیں لہذا اس میں سب کا مشترکہ نظام ہونا چاہئے۔ کچھ عرصہ پہلے اسی طرح کا مطالبہ مذہبی تنگ نظروں کی جانب سے بھی کیا گیا تھا جس کی بنیاد گروہی اور مذہبی تعصب تھا۔ اسی لئے لوگوں نے اس طرف خاص توجہ نہیں دی تھی۔ اب کچھ عرصے سے یہ مطالبہ لیبیا اور ایران یا ان کے آلہ کاروں کی جانب سے بھی کیا جا رہا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ مطالبہ کرنے والے شعوری یا غیر شعوری طور پر مقامات مقدسہ کو میدان کارزار میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ مسلم ممالک جس طرح ایک دوسرے کا خون مختلف مقامات پر بہا رہے ہیں اب یہ کام اس خطہ امن میں بھی ہو جو ابھی تک ان کی دسترس سے باہر ہے۔ ایسی قرار دادیں پاس کرنے والے عقل و ہوش سے کام لے کر یہ تو بتائیں کہ وہ حرمین شریفین کو کو نسے عالم اسلام کے سپرد کریں گے۔ خمینی کے عالم اسلام یا صدام حسین کے عالم اسلام کے قذافی کے عالم اسلام یا حسنی مبارک کے عالم اسلام کے ضیاء الحق کے عالم اسلام یا ببرک کارمل کے عالم اسلام یا شاہ حسین کے عالم اسلام یا شاذلی بن جدید کے عالم اسلام کے حوالے کر دینا چاہتے ہیں۔ کیا یہ لوگ ان سب کی لڑائیوں کو مقامات مقدسہ میں جمع کر کے دنیا کو تماشہ دکھانا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے میں یہی عرض کروں گا کہ پہلے عالم اسلام کا حلیہ درست کیجئے انہیں ایک پلیٹ فارم پر لایئے خلافت اسلامیہ کی مضبوط تحریک چلایئے اور خلافت کے احیاء کے بعد مسلمانوں کا مرکز مکہ ہی ہو گا اور سب مسلم دنیا ان کی تولیت میں شریک ہو گی۔ کیا یہ لوگ اس عالم اسلام کو حرمین شریفین کا انتظام دینا چاہتے ہیں جو بیروت میں قیامت صغریٰ بپا ہونے کے باوجود ایک جگہ مل کر بیٹھ بھی نہیں سکا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مقامات مقدسہ پوری ملت اسلامیہ کا مشترکہ ورثہ ہیں اور سعودی حکومت ان کی اس مشترکہ حیثیت کو قائم رکھنے میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہے اگر وہاں سارے عالم اسلام کی فوجیں جمع ہو گئیں تو موجودہ صورت میں وہ ایسا سیاسی اکھاڑہ بن جائیں گے کہ حج کا مبارک اجتماع اور دوسری عبادات بھی سکون سے ادا نہیں ہو سکیں گی۔ آج اگر وہاں ایران کے حاجی عراق کے خلاف مظاہرہ کرتے ہیں تو کل عراق کے حاجی بھی تیار ہو کر آ سکتے ہیں یا تیار کر کے بھیجے جا سکتے ہیں۔ شام اردن کے خلاف مظاہرہ کرے گا اور اردن شام کے خلاف لیبیا مصر کے خلاف اور مصر لیبیا کے علاوہ ان مقدس مقامات کو بھی یا ... ہیں؟

جہاں فوج اور پولیس کی نگرانی میں عالم اسلام کی دنگہ مشتیاں ہوں گی؟ اور پھر نعرے بندیاں اور جوابی نعرہ بندیاں ہوں گی؟ جب تک عالم اسلام کے خلفشار کی موجودہ شکل قائم ہے اس وقت تک یہ مطالبہ کرنا اسلام دشمنی سے کم نہیں عالم اسلام کے اتحاد اور اسلامی خلافت کے قیام کے بعد بھی حرمین شریفین کی خدمت اور تولیت وہی حکومت کرے گی جسے یہ ذمہ داری دہ شرف کہ انجام دے سکے گا۔

حرمین شریفین میں اس وقت امن و امان بحال ہے اسی طرح انتظامات میں بھی سعودی حکومت اپنے تمام تر وسائل استعمال کرتی ہے ایسے حالات میں یہ نیا شوشہ چھوڑنا نہ اسلام کی خدمت ہے نہ مسلمانوں کی بلکہ مسلمانوں کے خلفشار اور انتشار میں اضافہ کے لئے ایک نیا مسئلہ کھڑا کرنا ہے خمینی صاحب اور قذافی صاحب پہلے اپنی تقریروں کا رخ اسرائیل کی طرف کریں اور مسجد اقصیٰ کو اپنی تولیت اور ذمہ داری میں لیں اس کے بعد باقی مقامات مقدسہ کے انتظام میں اگر کوئی نقص ہے تو اسے دور کرنے کے لئے اپنے بھائیوں سے مشورہ کر بات کر لیں۔ مگر مسجد اقصیٰ کو آزاد کرانے کی تو ہمت نہیں اور حرمین شریفین کی آزادی کا نعرہ لگا دینا سامراجی طاقتوں کا مہرہ بننے سے زیادہ اور کچھ نہیں؟

آخر میں منصوری صاحب سے یہ عرض کروں گا کہ قذافی صاحب یا کوئی دوسرا حکمران ہرگز بھی شیخ الاسلام نہیں اور علماء کو حکمرانوں کی مدح سرائی میں اتنا آگے نہیں جانا چاہئے کہ قذافی صاحب کو بھی وہ ترجمان اسلام کے طور پر پیش کرنا شروع کر دیں۔ میں نے چند معروف اور عام باتوں کے ذکر پر ہی اکتفا کیا ہے اگر دوبارہ موقعہ ملا تو قذافی کے وہ نظریات بھی پیش کروں گا جو وہ حدیث نبوی اور مذاہب اربعہ کے بارے میں رکھتے ہیں اور صحابہ حدیث اور ائمہ اربعہ کے بارے میں گاہے گاہے جو وہ بیان کرتے رہتے ہیں ان کے ثبوت بھی پیش کروں گا۔

عشقِ رسولِ ہاشمی

عابد نظامی

یارب! مری یہ شام و سحر التماس ہے
طیبہ مجھے دکھا کہ بہت جی اداس ہے
دل ان کے ذکرِ خیر سے بھرتا نہیں کبھی
میرے نبیؐ کے نام میں ایسی مٹھاس ہے
دنیا میں بھی انہیؐ کے کرم سے ہوں سربلند
روزِ جزا بھی انؐ کی شفاعت کی آس ہے
روشن ہے انؐ کے نور سے ہر راہ کائنات
ہر ذرہ اس کرم پہ سراپا سپاس ہے
سرکارؐ کے مقام سے ہیں آشنا وہی!
پہلو میں جن کے قلبِ حقیقت شناس ہے
عابدؔ مرا عقیدہ و مسلک ہے بس یہی!
عشقِ رسولِ ہاشمیؐ دیں کی اساس ہے

مسکراہٹ ہے ساری دنیا کیلئے ' زمیاں ہوتی ہیں گل بدن کیلئے ' ہر ادا وقف ہے بانکپن کیلئے ' پھول ہوتا ہے لیکن چمن کیلئے
باغ ہستی میں شبنم سے بھر لینا گیا ' جو چمکتا رہے آسماں پیار کا ' زندگی بھر یونہی مسکرا مسکرا ' سچے موتی لٹانا تو کیا بات ہے

پاکستانی قوم پُل صراط پر چل رہی ہے

روس جنرل ضیاء کی حکومت کو غیر مستحکم بنا رہا ہے

امریکی جریدہ "ریڈرز ڈائجسٹ" کا جنوبی ایشیا کی صورت حال پر ایک اہم مضمون

افغانستان میں روسی فوجوں کی موجودگی نے نہ صرف جنوب مغربی ایشیا کی صورت حال کو تبدیل کیا ہے بلکہ عالمی سطح پر بھی افغانستان میں روس کی کارروائی کے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ مغربی سیاسی مفکروں اور تجزیہ نگاروں کی متفقہ رائے یہ ہے کہ روس کا اصل ہدف بحیرۂ عرب ہے، جہاں تک رسائی حاصل کرنے کے بعد وہ خلیج کے تیل پیدا کرنے والے ممالک کو اپنے زیر اثر لانا چاہتا ہے۔ ان تجزیہ نگاروں کے مطابق پاکستان وہ واحد ملک ہے جو بحیرۂ عرب اور خلیج کی طرف روس کی پیش قدمی کے راستہ میں حائل ہے۔ چنانچہ روس پاکستان کی موجودہ حکومت کے لئے مشکلات پیدا کر رہا ہے۔ اور پاکستان کو غیر مستحکم کر کے وہاں انتشار پھیلانا روس کی حکمت عملی کا ایک حصہ ہے۔ تاکہ وہ پاکستان کو زیر کرنے کے بعد اپنے مقاصد آسانی سے حاصل کر سکے۔ امریکی جریدہ ریڈرز ڈائجسٹ کے رولینڈ ایونز اور رابرٹ نواک نے پاکستان کے اردگرد کی سیاسی صورت حال کا ایک تجزیہ اپنے مضمون

PAKISTAN: A NATION ON A TIGHTROPE

میں کیا ہے۔ قارئین کے لئے اس مضمون کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

پاکستان اس وقت تباہ کن خطرات سے دوچار ہے اور اس طرح جنوبی ایشیا میں امریکہ کی پوزیشن بھی خطرے میں ہے۔ پاکستان حکمت عملی کے اعتبار سے نہایت اہم ملک ہے اور اس کے مشرق میں اس کا دشمن بھارت ہے جس کی افواج روسی اسلحہ سے لیس ہیں۔ پاکستان کے مغرب میں ایران ہے جہاں اب تک سیاسی اور سماجی ابتری کی کیفیت ہے۔ ایران کے حالات روسی مداخلت کے لئے سازگار ہیں اور روس کسی وقت بھی وہاں گڑبڑ پھیلا سکتا ہے۔ شمال میں افغانستان ہے جہاں ایک لاکھ روسی فوجیں موجود ہیں جو جاری مسلح ہیلی کاپٹروں سے لیس ہیں اور یہ ہیلی کاپٹر کئی مرتبہ پاکستانی سرحد کے اندر خلاف ورزیاں کر چکے ہیں۔

درحقیقت پاکستان اس وقت افغان قوم پرستوں کو جو امداد دے رہا ہے اس سے اس کے وجود کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ پاکستان نے نہ صرف تیس لاکھ افغان مہاجرین کو پناہ دی ہے بلکہ اس نے ان افغان گوریلوں کو محفوظ پناہ گاہ فراہم کی ہے جو سوویت فوجوں کے خلاف برسرپیکار ہیں۔

پاکستان کے شمال اور مغربی پہاڑی علاقے مزاحمت کی جنگ لڑنے والے مجاہدین کی سرگرمیوں کا مرکز ہیں، اگر پاکستان مجاہدین کو سرحد کے آرپار آنے جانے کی اجازت نہ دے تو پھر شاید روس وہ مقصد حاصل کر لے جو دو سو سال تک کوئی قوم حاصل نہیں کر سکی۔ یعنی وہ افغانستان پر قبضہ کر لے۔ روس نے برس ہا برس یہ کوشش کی ہے کہ کسی طرح وہ بحیرۂ عرب تک پہنچ جائے اور اس طرح اسے بحیرۂ ہند، خلیج فارس اور بحیرۂ احمر تک رسائی حاصل ہو جائے۔ اب جبکہ افغانستان روسی دائرۂ اثر میں داخل ہو گیا ہے بحیرۂ عرب اس کے لئے اب صرف تین سو میل کے فاصلے پر ہے۔ بحیرۂ عرب تک رسائی کے راستے میں روس کے سامنے اب صرف ایک رکاوٹ ہے اور وہ رکاوٹ پاکستان ہے۔ چنانچہ اب روس جنوبی ایشیا کی اس غیر مستحکم قوم پر دباؤ ڈال رہا ہے۔ افغانستان کے ساتھ ملنے والی سرحدی کشیدگی اسے ڈرا دھمکا رہا ہے۔ روس پاکستان سے دو مطالبات کر رہا ہے اول یہ کہ پاکستان افغان باغیوں کو پناہ نہ دے اور دوسرا یہ کہ افغان مجاہدین کو پاکستانی سرحدوں کے اندر سے نکال باہر کرے تاکہ وہ آزادی کی جدوجہد جاری رکھنے کے لئے چھوٹے ہتھیار حاصل نہ کر سکیں، تیسرے پاکستان ببرک کارمل کی کٹھ پتلی حکومت کو تسلیم کرے۔

پاکستان کے لئے یہ خطرات معمولی نہیں ہیں۔ گذشتہ سال ماسکو میں روسی وزارت خارجہ کے ایک سینئر افسر نے ماسکو میں پاکستانی سفیر کو بڑے کھلے الفاظ میں کہا تھا کہ پاکستان نے روس کے خلاف اعلان جنگ کئے بغیر جنگ شروع کر رکھی ہے۔ ۱۹۸۱ء میں جب مغربی جرمنی کے چانسلر ہلمٹ شمٹ نے روس کے صدر برزنیف سے ملاقات کی تھی تو روسی رہنما نے انہیں بتایا تھا کہ اگر پاکستان نے افغانستان میں روسی مداخلت کی مخالفت ترک نہ کی تو ہمیں معلوم ہے کہ ہم اس سے کس طرح نمٹیں گے۔"

اگر پاکستان کے صدر جنرل ضیاء الحق اس خدشہ کا اظہار کرتے ہیں کہ روس کسی بھی پاکستان پر حملہ کر سکتا ہے تو خدشہ تعجب خیز نہیں ہے۔ اسلام آباد کے قریب اپنی قیام گاہ پر ایک انٹرویو میں انہوں نے کہا تھا کہ پاکستان کو خطرات کا سامنا ہے اور اسے جدید ہتھیاروں کی شدید ضرورت ہے۔ جنرل ضیاء نے کہا تھا "ہم ایک مشکل سے دوچار ہیں اور ہم زیادہ عرصہ اس حالت میں نہیں رہ سکتے۔" جنرل ضیاء نے مزید کہا تھا "جب روسی پاکستان کو سبق سکھانا شروع کریں تو ہمارے پاس کوئی راستہ تو ہونا چاہیئے۔"

۱۹۷۹ء میں صدر کارٹر نے پاکستان کے لئے امریکی امداد اس وقت بند کر دی تھی جب پاکستان نے اپنے ایٹمی مراکز کا بین الاقوامی معائنہ کرانے کا امریکی مطالبہ نہیں مانا تھا۔ امریکی کانگریس نے ۱۹۷۷ء میں سمنگٹن ترمیم منظور کی تھی جس کے تحت ایسے تمام ممالک کے لئے امریکی امداد روک دی گئی تھی جو ایٹمی سازوسامان بھیجتے یا وصول کرتے ہیں اور بین الاقوامی کنٹرول کا پاس نہیں کرتے۔

پاکستان کے لئے جدید جنگی خطرات کے پیش نظر صدر ریگن نے کانگریس کو مائل کر لیا کہ پاکستان کو سمنگٹن ترمیم سے چھ سال کے لئے مستثنیٰ قرار دیا جائے اور پاکستان کے لئے ایک چھ سالہ امدادی پروگرام کے تحت ۳ء۲ بلین ڈالر کی رقم مختص کر دی گئی۔

روس کے ترکستان کے علاقے میں اس وقت چھ فوجی ڈویژن موجود ہیں جو ایران میں دو افغان سرحد کے قریب ہیں۔ اس کے علاوہ افغانستان کے اندر اس وقت ایک لاکھ روسی فوج موجود ہیں۔ پاکستان کے دوسری طرف بھارت ہے جس کی آبادی ۶۸ کروڑ ہے اور اس کے پاس چھ سو طیاروں پر مشتمل فضائی قوت موجود ہے بھارتی فضائیہ کے پاس مگ ۲۵ طیارے بھی موجود ہیں جو روسی مگ طیاروں کا جدید ترین نسخہ ہے بھارت کے پاس اس وقت سطح سے فضا میں مار کرنے والے ایک سو میزائل بھی ہیں۔

پاکستان کے پاس اس وقت کوریا کی جنگ کے زمانے کے ہتھیار ہیں۔ پاکستان کے پاس جدید فضائی دفاع کے لئے فوجی دستے لے جانے والے طیارے ہوائی آٹلری، طیارہ شکن میزائل اور راڈار کی کمی ہے اس کے علاوہ پاکستان کے پاس الیکٹرانک کے آلات بھی نہیں۔

جنرل ضیاء کی خواہش ہے کہ امریکہ پاکستان کو جدید فوجی ہتھیار اور سازوسامان فراہم کرے، لیکن اس راستے میں بڑی رکاوٹ یہاں اسلام کا بطور ثقافتی قوت دوبارہ ایک احیاء ہے پاکستان اسلامی کانفرنس کے معاملات میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے اس کانفرنس کے ۴۲ رکن ممالک کا تعلق تیسری دنیا سے ہے، اور اس کانفرنس کی ایک بنیادی پہچان غیر وابستگی ہے، چنانچہ جنرل ضیاء امریکہ کے ساتھ اس طرح کا کوئی وابستگی نہیں چاہتے کہ اس سے پاکستان کا اسلامی تشخص متاثر ہو اور وابستگی کے ساتھ قریبی تعلقات کے خواہاں ہیں اور ساتھ ہی وہ امریکہ سے ہتھیاروں کی فراہمی بھی چاہتے ہیں لیکن وہ زیادہ تر ہتھیار طویل المدت قرضوں سے خریدنا چاہتے ہیں، اور یہ قرضے وہ امریکہ اور سعودی عرب جیسے امریکہ نواز ملک سے لینا چاہتے ہیں۔ جہاں تیل اور دولت کی فراوانی ہے۔

جنرل ضیاء چاہتے ہیں کہ امریکہ وہ چالیس ایف ۱۶ طیارے پاکستان کو دے جن کی پیش کش گذشتہ سال امریکہ کے انڈر سیکرٹری جیمز بکلے نے کی تھی تاکہ پاکستان کسی حد تک اپنا تحفظ کر سکے۔ اگرچہ ان ایف ۱۶ طیاروں میں سے کچھ طیارے ۱۹۸۲ء کے آخر تک پاکستان کے حوالے کر دیئے جائیں گے، لیکن جب تک امریکہ کی طرف سے باقی اسلحہ فراہم کیا جاتا ہے اس وقت تک کئی سال گزر چکے ہوں گے اس دوران بہت کچھ ہو سکتا ہے خاص طور پر شمال مغرب میں جہاں قریباً تیس لاکھ افغان مہاجرین موجود ہیں افغانیوں کی یہ ہجرت ناقابل تصور ہے اس ہجرت کی مثال بالکل اسی طرح ہے جس طرح کے چھ لاکھ فرانسیسی اچانک مغربی جرمنی کی سرحد میں داخل ہو جائیں۔

اگر آپ اسلام آباد سے مغرب کی جانب جائیں تو آپ کو سڑک کے کنارے دیہات اور قصبوں میں افغان مہاجرین نظر آنے لگیں گے افغان سرحد سے صرف پچاس میل کے فاصلے پر افغان مہاجرین کا پہلا کیمپ آتا ہے یہ کیمپ تا حد نظر پھیلا ہوا ہے افغان خاندان یہاں کچی مٹی کے بنے ہوئے گھروندوں میں رہتے ہیں یہ سلسلہ مغرب میں پہاڑوں تک چلا جاتا ہے یہاں موسم گرما میں سخت گرمی ہوتی ہے لیکن صاف ہی شمال میں کوہ ہندوکش سے آنے والی ہوائیں اس گرمی میں کسی حد تک خنکی فراہم کرتی ہیں اس کے بعد افغان مہاجرین کا سیلاب پھیلا ہوا نظر آتا ہے جہاں یہ افغان مہاجرین پناہ لئے ہوئے ہیں، پاکستان ان کیمپوں کی دیکھ بھال اقوام متحدہ اور امریکی ٹیکس دہندگان کی اعانت سے کرتا ہے!

حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ پاکستانی جو ان کے ساتھ رہتے ہیں انہوں نے ان مہاجرین کو قبول کر لیا ہے اس امر کے باوجود کہ مہاجرین اور مقامی آبادی میں خوراک اور ایندھن کے حصول کے لئے ایک مقابلہ کی سی کیفیت ہے افغان کیمپوں میں ہر خاندان کا ایک نہ ایک مجاہد اپنے عزیزوں کے ساتھ سرحد کے آرپار آتا جاتا رہتا ہے جب مجاہدین کے ایک لیڈر رحیم اللہ سے ہماری بات چیت ہوئی تو اس نے کہا "ہمارے آدمیوں کو میدان جنگ سے واپس آنے کے لئے ڈیڑھ ماہ کا عرصہ لگ جاتا ہے۔" مجاہدین کے اس لیڈر سے ہماری ملاقات اس کے دفتر میں ہوئی جس کی دیواروں پر چونا کیا گیا تھا، دفتر کی دیواروں پر ایسی تصاویر آویزاں تھیں جن سے افغان مجاہدین کی فتح ترشح تھی ان تصویروں میں فاتح افغان مجاہدین، تباہ شدہ روسی ہیلی کاپٹر اور مرے ہوئے روسی فوجی اور کارمل ...

ماسکو چاہتا ہے کہ ضیاء افغان مہاجرین کو پناہ دینے کی پالیسی سے ہٹ جائیں

فوجیوں سے چھینا ہوا اسلحہ دکھایا گیا ہے، بعض تصویروں میں روسی طیاروں کی بمباری سے ہونے والی تباہی بھی نظر آ رہی تھی۔

پاکستان کے ساتھ ۱۲۰۰ سو میل لمبی پہاڑی افغان سرحد پر مجاہدین کی آمد و رفت کو روکنے میں ناکام رہنے کے بعد اب روس جنرل ضیاء پر دباؤ ڈال رہے ہیں کہ وہ پناہ گزینوں کو اپنے ہاں سے نکال باہر کریں۔ ان کے ہتھیار ضبط کر لیں۔ اور انہیں جیلوں میں ڈال دیں۔

پاکستان کے غیر مستحکم صوبہ بلوچستان میں روس نے جنرل ضیاء کے خلاف تخریبی جنگ شروع کر رکھی ہے، اس سلسلے میں وہ بعض ناراض قبائلیوں کو تخریب کاری کے لئے رقم بھی دے رہا ہے اور پولیس اسٹیشنوں کو آگ لگائی جا رہی ہے اسی طرح صوبہ سرحد میں بھی تخریب کاری کو روس کی جانب سے بھڑکایا جا رہا ہے ہمیں دلیس پولیس نے بھی بتایا کہ ضیاء حکومت کے خلاف ستر لاکھ ڈالر کا فنڈ ضیاء کے سیاسی مخالفین کو فراہم کیا گیا ہے اسی طرح چند ہفتوں کے دوران بم پھٹنے کے چند واقعات بھی ہوئے، اور دہشت گردی کی کئی وارداتیں بھی ہوئیں!

افغانستان میں روسی حملہ کے نتیجے میں ضیاء کو اچانک موقع ہاتھ آ گیا کہ انہوں نے اپنے ہم وطنوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ان کی سیاسی حمایت میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔ ببرک کارمل کی کٹھ پتلی حکومت اور روس کی مدد سے پاکستانی طیارے کے اغواء نے جنرل ضیاء کو مزید مستحکم بنا دیا۔

آج افغان مہاجرین کی بھاری ذمہ داری اور داخلی طور پر جنرل ضیاء کی قیادت کو ہٹانے کے لئے سیاسی سرگرمیوں کے دباؤ کے باوجود جنرل ضیاء قومی آزادی اور قوت کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔

ماسکو چاہتا ہے کہ ضیاء افغان مہاجرین کو پناہ دینے کی پالیسی سے ہٹ جائیں روس کی بات نہ ماننے کی صورت میں وہ جنرل ضیاء کی حکومت کو غیر مستحکم بنانا چاہتا ہے اور اس سلسلے میں وہ کھلا دباؤ ڈال رہا ہے اور انہیں اقتدار سے محروم کرنا چاہتا ہے اگر روس کامیاب ہو جاتا ہے تو بحیرہ عرب تک پہنچ جائے گا اور یہ ساری آزاد دنیا کے لئے ایک المیہ ہوگا۔

غزل

ناصر محمود

یہ تو بتاؤ پارسا آنکھیں ہیں اشکبار کیوں
یاد کسی کی جب نہیں روتے ہو زار زار کیوں

جب نہیں مجھ سے واسطہ جب نہیں مجھ سے کچھ غرض
پھر بھی مرے خیال میں آتے ہو بار بار کیوں

نیچی نگہ کئے ہوئے آتے ہو میرے سامنے
شکوہ کروں گا اب نہیں ہوتے ہو شرمسار کیوں

دورِ خزاں چلا گیا رنگِ جہاں بدل گیا
میرے چمن میں آج تک آئی نہیں بہار کیوں

عورت: عورت ایک تصویر کی مانند ہے جو جاہل آدمی کے ہاتھ لگ جائے تو اپنی کچھ قدر و قیمت نہیں رکھتی لیکن صاحب دانش بیش قیمت خیال کرتے ہیں۔ نپولین

چند ایک عورتیں ہی رونا شروع کر دیں تو ان کے آنسو روکنے سے زیادہ آسان کام سمندر کے طوفان کے آگے بند باندھنا ہے۔ ملٹن

انٹرویو — تحریر: مجاہد بریلوی

میرے پاپا اپنی موت نہیں مرے

بیگم اختر سلیمان

پاکستان کے سابق وزیر اعظم حسین شہید سہروردی جلا وطنی میں اپنی موت مرے تھے یا انہیں قتل کیا گیا تھا۔ یہ موضوع کئی برس بعد آج کل پھر پاکستان کے قومی اخبارات کی زینت بنا ہوا ہے۔

زیر نظر انٹرویو ہفت روزہ معیار کراچی کے مجاہد بریلوی نے بیگم اختر سلیمان کی وفات سے چند روز قبل لیا تھا۔ جسے "بلٹز" ابھی نے بھی شائع کیا۔ پاکستان کے چند محققین نے اس موضوع پر خامہ فرسائی کی الغرض اسی انٹرویو کو "بلٹز" سے منسوب کر دیا ہے۔ بیگم اختر سلیمان مرحومہ نے اپنے اس آخری انٹرویو میں جو کچھ کہا تھا۔ ہم "معیار" کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔

مئی کمر ہاؤس کے وسیع و عریض ڈرائنگ روم میں بیٹھا بیگم اختر سلیمان کا انتظار کر رہا تھا۔ ان کی صاحبزادی شاہدہ جمیل نے پہلی منزل سے دوسری منزل کی سیڑھیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ آپ بیٹھیں، میں امی کو بلاتی ہوں۔ سامنے کی دیوار پر پاکستان میں حزب اختلاف کے بانی سابق وزیر اعظم اور تحریک پاکستان میں ایک بہت بڑا اور بھرپور سیاسی کردار ادا کرنے والی کرشمہ ساز شخصیت حسین شہید سہروردی کی تصویر مسکرا رہی تھی۔ اس مسکراہٹ میں ایک عجیب سی ادا تھی۔ چہرے کی شکنوں سے کرب پھوٹ پھوٹ پڑتا تھا۔ قائد اعظم کی قیادت میں طویل جدوجہد کے بعد جمہوری پاکستان، سیاسی انتشار اور پھر اکتوبر ۱۹۵۸ء میں اسکندر مرزا اور ایوب خان کے ہاتھوں جمہوریت کا قتل، جمہوریت کی بحالی کے لئے قومی جمہوری محاذ کا قیام، جیل، بیماری، جلا وطنی برسوں کی تاریخ لمحوں میں سمٹ رہی تھی۔

سہروردی صاحب قائد اعظم کی وفات کے بعد پاکستان آئے اور آتے ہی انہوں نے حزب اختلاف کی بنیاد رکھ دی لوگ کہتے ہیں۔ اس وقت آپ کے والد کو تھوڑا انتظار کر لینا چاہیئے تھا۔ اور مسلم لیگ کو کچھ وقت دینا ضروری تھا؟

بیگم اختر سلیمان میرا سوال سن کر کہتی ہیں۔ یہ باتیں بہت پرانی ہیں۔ اب لوگ اس میں ملاوٹ کر کے پیش کرتے ہیں۔ مگر ہم سب حقیقت اچھی طرح جانتے ہیں۔ جس وقت پاکستان تقسیم ہوا پاپا کلکتہ میں تھے انہیں پاکستان کی پہلی لیجسلیٹو اسمبلی کا رکن بنایا گیا۔ اس وقت تک نیشنلٹی لاء نہیں آیا تھا۔ بھی قتل ۳۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو ہوا۔ پاپا کو اس سے بڑا دھچکا لگا۔ انہوں نے فروری میں اعلان کیا کہ میں مارچ میں پاکستان جا رہا ہوں۔ لیاقت علی خان اور خواجہ ناظم الدین نہیں چاہتے تھے کہ میرے پاپا پاکستان آئیں۔ کیونکہ پاپا کی موجودگی میں ان کی سیاست نہیں چل سکتی تھی۔ قائد اعظم کی زندگی میں لیاقت علی خان نے کوشش کی کہ پاپا کی رکنیت ختم کر دی جائے مگر قائد اعظم نے انہیں ایسا نہیں کرنے دیا۔ قائد اعظم کی وفات کے بعد لیاقت علی خان نے پہلا کام یہ کیا کہ نیشنلٹی کا قانون پاس کیا۔ جس کا صرف ایک ہی مقصد تھا۔ کہ پاپا کی لیجسلیٹو اسمبلی سے رکنیت ختم کر دی جائے۔ اسمبلی کا اسپیکر کیونکہ مولوی تمیز الدین خان تھا۔ اس کے ساتھ ایسے ہی اور لوگ بھی تھے۔ اس لئے یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ پاپا کی ۱۹۳۶ء سے پاکستان کے لئے قربانیوں کا یہ صلہ تھا جو مسلم لیگ والوں نے انہیں پاکستان آنے کے بعد دیا۔

سہروردی صاحب کو بیروت جانے کے لئے کیا ایوب حکومت کی طرف سے کہا گیا تھا؟

ایک طرح کی یہ جلا وطنی ہی تھی۔ جنوری ۱۹۶۲ء میں یہ قانون آیا کہ کوئی سیاست دان کسی سیاسی پارٹی میں نہیں جا سکتا۔ پھر اس وقت تک کیونکہ قومی جمہوری محاذ (این ڈی ایف) بن گیا تھا۔ اور سیاست دان میرے پاپا سمیت فرنٹ میں شامل تھے۔ اس لئے دوسرا قانون کچھ دن بعد آیا کہ کسی فرنٹ میں بھی کوئی سیاسی رہنما نہیں شامل ہو سکتا۔ پاپا جان ہسپتال ہی میں تھے۔ تو یہ تیسرا قانون آیا کہ کوئی سیاستدان کسی قسم کا بیان بھی نہیں دے سکتا۔ پاپا اس سے بہت ڈپریس اور دل گرفتہ ہوئے اور پھر اچانک ان کے بیروت جانے کا پروگرام بن گیا اب میں اس طرف آتی ہوں۔ جب انتہائی پراسرار طریقے سے پاپا کا انتقال ہوا۔ بیگم اختر سلیمان کے چہرے پر حزن و ملال کے نقش گہرے ہو گئے آواز دھیمی ہو گئی۔ اور الفاظ توڑ توڑ کر کہنے لگیں۔ یہ اکتوبر کی بات ہے۔ کہ مجھے ایک شام فون آیا ایک آدمی بڑی گھبرائی ہوئی آواز میں اپنا نام بتائے بغیر بولا ساڑھے چھ بجے جب ذرا سیاہی پھیل جائے تو اپنی کار میں گوڈین سینما کے سامنے لے مل جائیں ہم ابھی مزید کچھ پوچھنا ہی چاہتے تھے۔ کہ اس نے فون بند کرتے ہوئے کہا آپ کے پاپا کی زندگی کا سوال ہے ضرور آیئے گا۔ میں یہ سن کر گھبرا گئی۔ سلیمان صاحب (مرحوم شوہر) اور بیٹی (شاہدہ جمیل) کو ساتھ لیا۔ گوڈین سینما پہنچے تو اندھیرا پھیل چکا تھا۔ چند ہی منٹ بعد گلی میں سے ایک شخص نکل کر ہماری گاڑی میں بیٹھ گیا۔ اور پھر اس نے ہم سے گاڑی چلانے کو کہا۔ کراچی کی سنسان سڑکوں پر گاڑی دوڑ رہی تھی۔ مجھے اس شخص کا چہرہ آج تک یاد ہے اس کا تعلق انٹیلی جنس سروس سے تھا۔ وہ بہت گھبرایا ہوا تھا۔ رازداری کا وعدہ لیتے ہوئے وہ کہنے لگا کہ میں سہروردی صاحب کا بہت مداح ہوں۔ اور مجھے خاص ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ حکومت کا ایک بہت اہم آدمی بیروت بھیجا گیا ہے۔ جس سے کہا گیا ہے کہ وہ ہر صورت میں سہروردی صاحب کو FINISH کر دے۔ اس کا کہنا تھا کہ سہروردی صاحب تین چار مہینے سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکیں گے۔

ہم یہ سن کر گھبرا گئے۔ آتے ہی نوابزادہ نصر اللہ خان کو فون کیا۔ نوابزادہ صاحب نے کہا "میں تفصیلیں دیکھ رہا ہوں۔ گھبرائیں نہیں چند دن بعد آجاؤں گا۔" مگر جب ہم نے ان سے کہا کہ پاپا کی زندگی کا سوال ہے تو وہ بھی گھبرا گئے اور دوسرے ہی دن کراچی پہنچ گئے۔ جلدی جلدی ان کی بیروت روانگی کی ہم نے تیاریاں کیں۔ اس وقت پاؤنڈ حاصل کرنا بڑا دشوار تھا۔ بڑی مشکل سے ادھر ادھر سے بارہ پاؤنڈ جمع کئے۔ اور نصر اللہ خان کو روانہ کیا۔ تین چار دن بعد وہ واپس آئے۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ سہروردی صاحب نے انہیں بتایا کہ وہ چند دن سے محسوس کر رہے ہیں کہ ایک آدمی ان کا مسلسل پیچھا کر رہا ہے۔ اور وہ رات کو سوتے وقت دروازہ اندر سے بند رکھتے ہیں۔ نصر اللہ خان کے ذریعے انہوں نے یہ بھی پیغام بھجوایا کہ وہ جنوری میں پاکستان واپس آنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ دسمبر میں وہ بیروت سے سوئٹزر لینڈ چلے گئے۔ وہاں چیک اپ کروایا۔ اور پروگرام یہی تھا کہ وہ براہ راست وہاں سے پاکستان واپس آئیں گے مگر وہ اپنے چند ضروری کاغذات بیروت میں بھول آئے تھے۔ اس لئے سوئٹزر لینڈ سے وہ بیروت گئے جہاں صرف تین دن انہیں اور قیام کر کے پاکستان روانہ ہونا تھا۔"

بیگم اختر سلیمان ایک گہرا سانس لیتے ہوئے سامنے لگی سہروردی صاحب کی تصویر کو دیکھتی ہوئی کہتی ہیں دوپہر ہو چکی تھی۔ یہی کوئی تین چار بجے کا وقت تھا۔ مجھے عزیز احمد نے جو اس وقت فارن سیکرٹری ہوا کرتا تھا۔ فون کر کے کہا! سہروردی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ میں نے چیختے ہوئے اس سے کہا کب کیسے عزیز احمد چپ رہا۔ ہمارے گھر لوگ آنے شروع ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے مجھے کہا کہ صبح اسٹیٹ بینک میں کوئی سرکاری اجلاس ہو رہا تھا۔ اس نے وہاں سنا کہ سہروردی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ بعد میں مزید معلومات ہم نے کیں۔ تو ہمیں پتہ چلا کہ حکومت کے تمام بڑوں کو رات ہی اطلاع مل چکی تھی۔ ہمیں ۱۲ گھنٹے بعد اطلاع دی گئی۔ بھاگ دوڑ کر کے سلیمان صاحب کو ہم نے بیروت بھیجا کہ وہ تجہیز و تکفین کا انتظام کریں۔ ایک دن بعد جانے کی اجازت ملی اس میں بھی سازش تھی۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ آخری وقت میں کوئی انہیں دیکھے چند دن تو ہمیں اپنا ہوش ہی نہیں تھا۔ بعد میں سلیمان صاحب نے بتایا کہ بیروت میں یہ قانون ہے کہ اگر ہارٹ اٹیک سے انتقال ہو تو ۲۴ گھنٹے تک چھوتے نہیں ہیں۔ مگر ہماری حکومت کے سفارت خانے کے لوگ پہنچ گئے۔ اور انہوں نے جلدی کرنے کو کہا سہروردی صاحب کا ایک لبنانی دوست بیچ میں آ گیا اس نے لبنانی حکومت سے کمرہ سر بمہر کروا دیا اور کہا کہ وارثوں کے بغیر ہم کچھ نہیں کرنے دیں گے مگر پاکستانی ایمبیسی والے لڑ جھگڑ کر ابتدائی کوششوں میں کامیاب ہو گئے اور اسی روز ان کی میت کراچی روانہ کر دی بعد ازاں ان کے خاندان نے مشرقی پاکستان میں ... ان کی میت کا معائنہ کر ...

یہ آج بھی ایک راز ہے!

پاکستان کے ایک ممتاز مرحوم سیاست دان نے اپنی یادداشتوں میں لکھا ہے کہ یہ نومبر ۱۹۶۳ء کی بات ہے ایک دن مشرقی پاکستان کا ایک سیاسی رہنما میرے پاس آیا۔ ڈنر کے بعد اس نے اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں کو اور چھوٹا کرتے ہوئے کہا ایوب خان نے جب وہ پاکستانی افواج کا کمانڈر انچیف تھا اور اس وقت واشنگٹن میں تھا۔ اس وقت کے سابق وزیر اعظم حسین شہید سہروردی کو ایک ٹیلی گرام بھیجا۔ جو مصر کے سابق صدر جمال عبدالناصر اور مشرق وسطیٰ کے بارے میں تھا اگر سہروردی اس ٹیلی گرام کے مضمون کو دنیا کے سامنے لے آتے۔ تو ایک ایسا دھماکہ ہوتا۔ جس سے ہم سب اڑ جاتے۔

مرحوم سیاست دان نے اپنی یادداشتوں میں مزید لکھا ہے۔ کہ کچھ عرصے بعد میں صدر ایوب خان سے اسلام آباد میں قصر صدارت میں ملا۔ اور ان سے ٹیلی گرام کے بارے میں پوچھا۔ ایوب خان چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولے مجھے یاد نہیں۔ میں نے جب اصرار کیا تو ایوب خان نے اپنی ملٹری سیکرٹری سے کہا کہ وہ انٹیلی جنس کے تمام محکموں کے سربراہوں کو آدھے گھنٹے کے اندر طلب کرے۔ آدھے گھنٹے سے پہلے ہی وہ سب موجود تھے۔ ایوب خان نے ان سے کہا ہر قیمت پر مجھے وہ ٹیلی گرام چاہیئے۔ بیس دن بعد مجھے ایوب خان نے قصر صدارت میں بلایا اور میز کی دراز سے ایک لفافے میں سے وہ ٹیلی گرام نکال کر دیا۔ جب وہ ٹیلی گرام میرے ہاتھ میں آیا۔ تو میں نے بے ساختہ کہا جناب صدر میری انگلیاں جل رہی ہیں۔ اس ٹیلی گرام کو فوراً جلا دیں۔ یہ کہہ کر میں نے ایوب خان کو جو سگریٹ پی رہے تھے۔ ٹیلی گرام دیا۔ جسے انہوں نے فوراً جلا دیا۔

سابق وزیر اعظم حسین شہید سہروردی کی سیاسی عظمت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں جب وہ ایوب خان کی آمریت سے برسر پیکار تھے۔ اس ٹیلی گرام کو ایک حربے کے طور پر استعمال نہیں کیا کیونکہ اس سے پاکستان کا مستقبل وابستہ تھا۔ ٹیلی گرام میں کیا تھا۔ یہ آج بھی ایک سربستہ راز ہے۔

اسلام سچا مذہب ہے جس کی رہنمائی زندگی کے ہر معاملہ میں نجات و عظمت کی ضمانت ہے۔

یہی ایک بنیادی امتیاز ہے جو دوسرے مذاہب اور اسلام میں نمایاں ہے۔

عالم ناتمام — گالزی

پاکستان کو امریکہ کی "اشیرباد" پر تکیہ نہیں کرنا چاہیے

نظم

رضا عمراز

حاصل ہوئی ہے تجھ کو اسی کی روشنی | پھیلائے تو جہاں میں صداقت کی روشنی

اہل دل میں وہ نقش کہیں پھر جلا کہاں | جیسے جھلکتی ہے جو جہاں میں پیار کی

چھا جائیں نفرتوں پہ محبت کی قوتیں | پھر ہو نمود صبح میں الفت کی راگنی

ظلمت میں بھی نہ ہو کوئی شعلہ کی تجلیاں | پھر دلوں کو چاہیے ایماں کی چاشنی

جہل و جاہلیت و فساد | مذہب کا مقصد ہے فقط دوستی آدمی

ہمراز ظلم و دشمنی کا ہے شعور اداس کیوں

دنیا نگار خانہ ہے شعور تیرے مہر کی

We Need HOMES

We have many buyers who want to relocate in your area.

For fast action and Free Valuation please call anytime.

We arrange mortgages.

Please contact:

MRS. MODI 272-0952

MRS. M. MODI, Real Estate Broker
3035 QUEEN FREDERICA DRIVE, SUITE 707,
MISSISSAUGA, ONT. L4Y 3A3 Phone: 272-0952

This is not intended to solicit any property already listed for sale.

جو تجھے تیرے عیب سے آگاہ کرے وہ تیرا دوست ہے۔ منہ پر تعریف کرنا ذبح کرنے کے مترادف ہے

(حضرت عمرؓ)

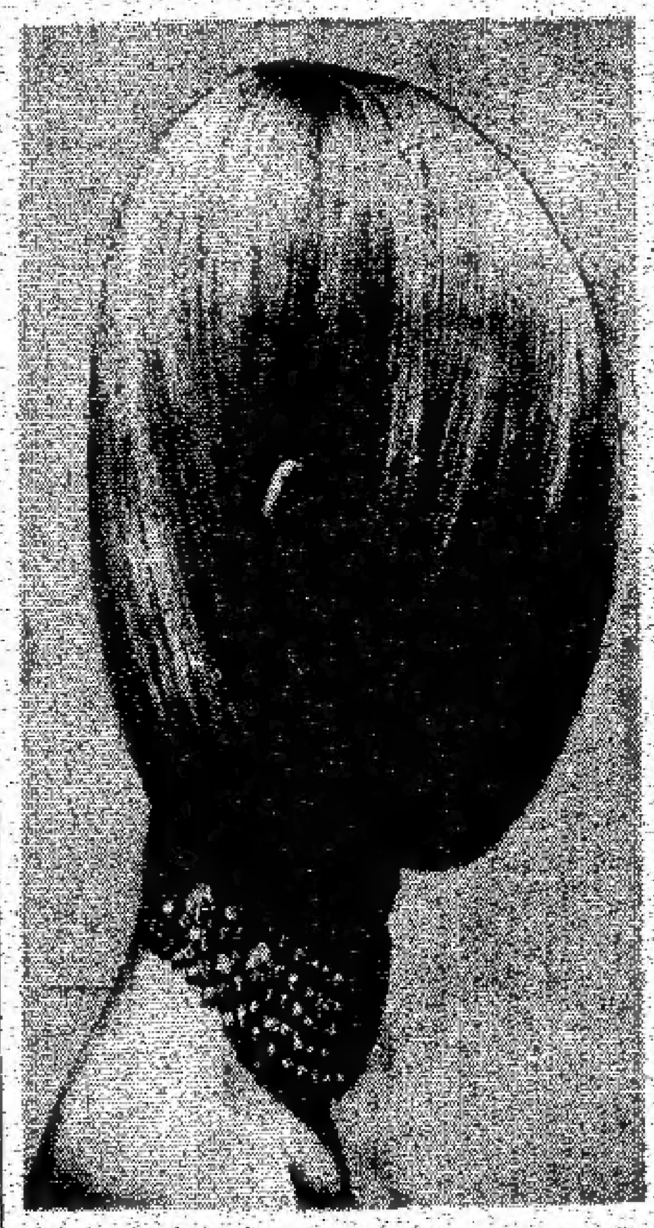

بالوں کا انداز چاہے کیسا ہی ہو، لیکن اس سے
ترتیب اور سلیقہ کا اظہار ہوتا ہے اور
شخصیت پُروقار نظر آتی ہے۔ الجھنوں سے بے نیاز

بالکل

اسی طرح سفر سے پہلے پروگرام کی صحیح ترتیب، آپ کے
سفر کو خوشگوار بنا سکتی ہے بشرطیکہ آپ کسی تجربہ کار ٹریول
ایجنٹ سے رابطہ قائم کریں۔
ظہیر مودی اور محمد جاوید پال سفر کی دنیا میں روٹ مقرر کرنے میں ماہر سمجھے جاتے ہیں۔
آپ بھی ان کے تجربات سے فائدہ اٹھائیے۔

اپنے سفر کی الجھنوں کو ترتیب دینے کیلئے آج ہی ایم اینڈ جے ٹریول کو فون کیجیے

آپ یقیناً اطمینان محسوس کرینگے

M & J TRAVEL

1240 BAY ST., TORONTO, ONTARIO, CANADA M5R 2A7

TEL. (416) 960-8348 – 960-8475

SCARBORO

BIG HOMES

1270 SQUARE FEET

from $68,900 TO QUALIFIED PURCHASERS

Full price from $76,900 less $5000 Prov. Repayable Loan Less $3000 Govt Grant. Your Price $68,900

ONLY 23 DAYS LEFT FOR YOUR "FREE LOAN"

10½% MORTGAGES

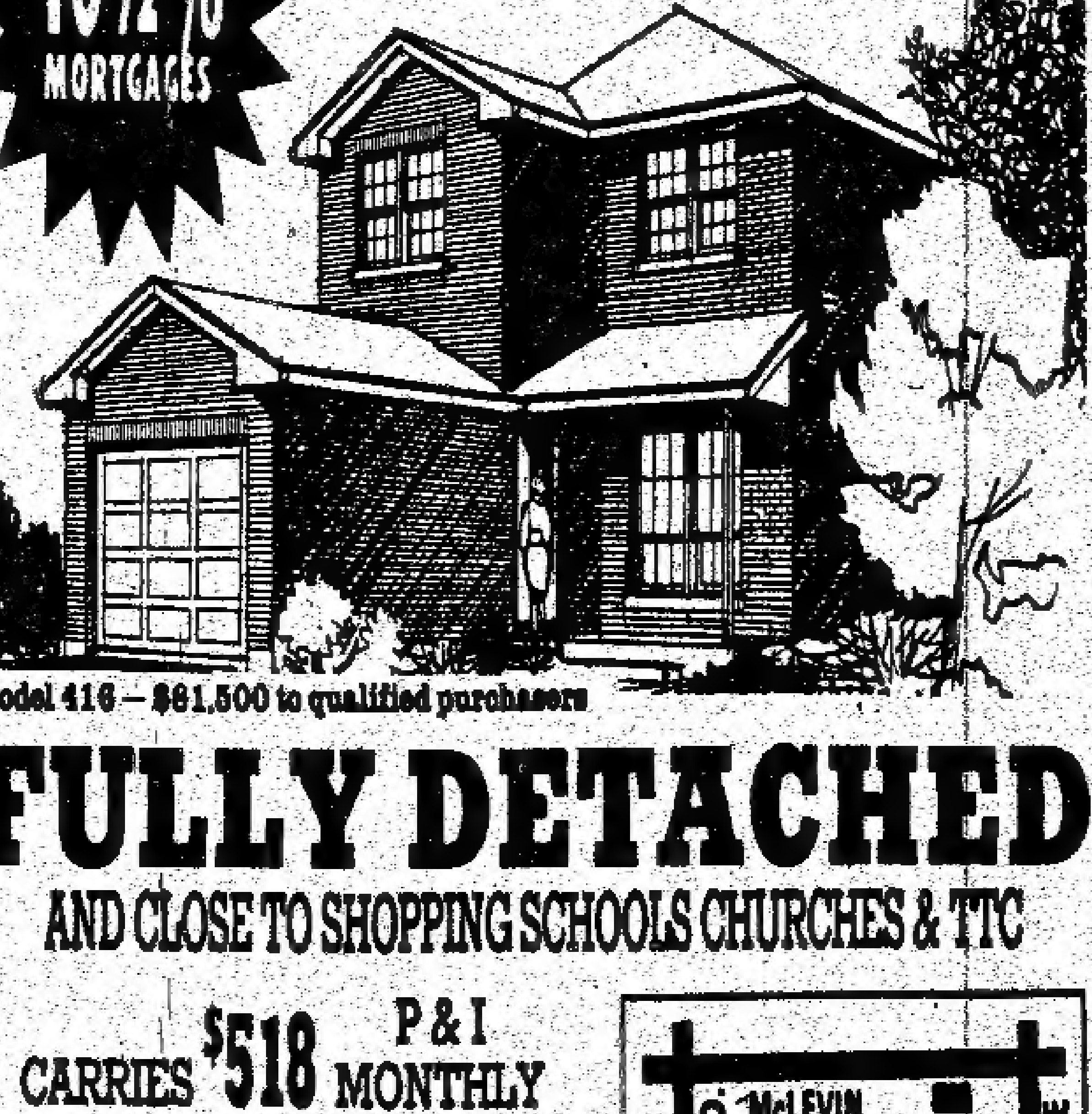

Model 416 – $81,500 to qualified purchasers

FULLY DETACHED

AND CLOSE TO SHOPPING SCHOOLS CHURCHES & TTC

CARRIES $518 P & I MONTHLY

OPEN MON.-FRI. 10 A.M.-8 P.M. WEEKENDS 11 A.M.-6 P.M.

D'ARRIGO CONSTRUCTION CO. LTD.

"QUALITY BUILDERS FOR 35 YEARS"

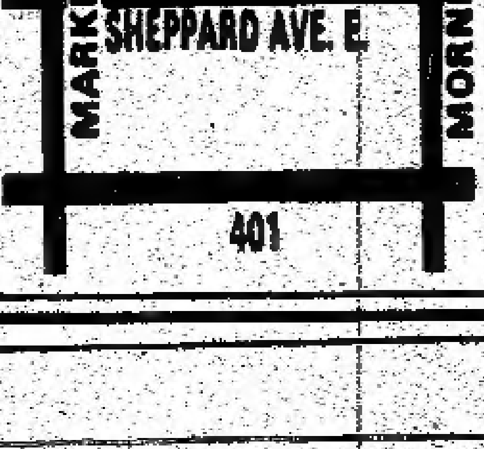

آپ کے مسائل کا حل

اچھا مکان —— اچھی زندگی

اپنا مکان —— سُکھی زندگی

خوبصورت مکان —— مکمل زندگی

اب تک بہت سے ہندو پاکستانی اس علاقے میں آباد ہو چکے ہیں

D'ARRIGO CONST. CO. LTD.